بفیض روحانی
نمونۂ شدت
حضرت عمر و
اعلیحضرت خلیفہ
و مظہر اعلی
حضرت امام
المناظرین شیر
بیشۂ سنت الشاہ مفتی
حشمت علی خان
قادری رضوی رضی
المولیٰ عنہ



ماہنامہ حشمت ضیا

جولائی
۲۰۲۲
(July - 2022)

سنیت کا کام کریں گے   فتاویٰ رضویہ عام کریں گے

مدیر : عبید حشمت علی

تزئین کار : محمد سہیل رضا حشمتی
(عرب شریف)

آر این آر آرٹس گلبرگہ

ماہنامہ
حشمت ضیا
جولائی۲۰۲۲ء

مدیر

عبید حشمت علی غفرلہ

تزئین کار

محمد سہیل رضا حشمتی غفرلہ القوی

(عرب شریف)

بفیضِ رُوحانی

بادشاہ ہند، قاطع کفر وضلالت، سلطان کافر کش، دین پرور اورنگ زیب محی الملۃ والدین **محمد عالمگیر بادشاہ غازی** رضی المولیٰ عنہ

ثم

امام العاشقین، خاتم المحققین، امام المتکلمین، **علامہ نقی علی خان** علیہ الرحمۃ الرحمان

زیر سایۂ کرم

شہزادۂ مظہر اعلیٰ حضرت، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، شیر ہندوستان، **حضرت علامہ مفتی محمد ادریس رضا خان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

و

شہزادۂ مظہر اعلیٰ حضرت، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، مفتی اعظم پیلی بھیت **حضرت علامہ مفتی محمد معصوم رضا خان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

و

شہزادۂ مظہر اعلیٰ حضرت، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، صاحب کشف و کرامت، جنید زماں **حضرت علامہ مفتی محمد ناصر رضا خان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

و

نبیرۂ مظہر اعلیٰ حضرت محقق عصر، رئیس التحریر **حضرت مفتی محمد فاران رضا خان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

فہرست

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت و درستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پاجائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ ان شاءاللہ تعالی کسی قریبی شمارے میں تصحیح کر دی جائیگی۔

نعت شریف

اُن کے در کے سگ سے نسبت ہو گئی حاصل مجھے

از— نبیرۂ مظہر اعلی حضرت شہزادۂ معصوم ملت رئیس التحریر محقق عصر علامہ مفتی محمد فاران رضا خان صاحب قبلہ حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

اُن کے در کے سگ سے نسبت ہو گئی حاصل مجھے
کیا دبا پائے بھلا پھر قوّتِ باطل مجھے

یہ تمنا ہے کہ کہہ دیں آپ عاشق ہے میرا
غرض کیا دنیا کہے کہتی رہے جاہل مجھے

میرے آقا نے پتا خود ہی بتایا حشر کا
پیاس کی شدت میں ملنا جانبِ ساحل مجھے

دشمنِ احمد پہ شدت کے فوائد کیا کہوں
رحمتِ عالم کی رحمت ہو گئی شامل مجھے

بے بس ان کو کہہ دیا اصحاب کو خاطی لکھا
کیا نہیں تھا ردضروری یہ بتا غافل مجھے

حیف صد افسوس اس مسئلہ کو ذاتی کہہ دیا
فرضِ اُمت کیا یہی تھا؟ ہاں بتا اے دل مجھے

حفظِ ناموسِ رسالت کا جو مسئلہ ہو کہیں
اے خدا کر دے کرم سے ہر جگہ حائل مجھے

اپنے نانا حضرت طیب کے تیور میں کہو
اے جنونِ عشق لے چل اور اک منزل مجھے

پھر تو **فاراں** ہے شفاعت کے لئے کافی یہی
حُبُّ للہ بُغضُ للہ پر رکھے عامل مجھے

اسرار حج

از-امام المتکلمین رئیس المتقین حضور نقی علی خان علیہ الرحمہ

واضح ہو کہ حق سبحانہ و تعالی کی رحمت اس امت مرحومہ پر بطفیل اس نبی رؤف و رحیم رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے روز ازل سے تمام امم سے زائد ہے اوروں کو بڑی بڑی مشقتوں اور جانکاہیوں پر جو ثواب ملتا انھیں تھوڑی محنت و خلاف نفس پر اس سے اوفر و اکثر عطاء ہوتا ہے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلی امتوں سے ایک عابد کا بیان فرمایا جس نے ہزار مہینے حق سبحانہ و تعالی کی عبادت کی صحابہ کرام کو نہایت غم ہوا کہ ہم اتنی عمریں کہاں پائیں گے اور وہ مرتبے جو سابقین کو ملے ہمیں کیسے ہاتھ آئیں گے سورۃ نازل ہوئی "انا انزلنہ فی لیلۃ القدر-ما ادرک ما لیلۃ القدر لیلۃ قدر خیر من الف شھر"- الی آخر سورۃ یعنی اگر ہم نے انھیں عمریں طویل عنایت کیں تو تمھارے لیے اپنی رحمت سے ایک رات ایسی مقرر کی جو ہزار مہینے سے بہتر ہے اور اس کی عبادت کا ثواب عبادت ہزار ماہ کے ثواب سے بیشتر ہے اسی طرح امم سابقہ نے انتہائے مرضات الٰہی کے لیے رہبانیت ایجاد کی تھی کہ اہل و عیال و مال و متاع و شہر و دیار و یار و اغیار سے ایک قلم قطع علائق کر کے پہاڑوں اور جنگلوں میں تنہا تنہا اور لذات و شہوات سے بالکلیہ کنارہ کش ہونا اختیار کیا اس امت کو رحمت الٰہی نے ان تکالیف شاقہ سے منع فرمایا اور ان کے لیے برکت جماعت میں رکھی گئی اور ان سے فرما دیا گیا لا رہبانیۃ فی الاسلام ہمارے دین میں رہبانیت نہیں مگر ہاں ہم اس کے عوض ایک ایسی سہل تدبیر بتائے دیتے ہیں جس میں نہ وہ مصیبت ہو نہ وہ تکلیف نہ اس کی مدت دراز و طویل اور ثواب و برکات اس سے زائد حاصل ہوں، یعنی عمر بھر میں ایک بات اہل استطاعت پر اپنے گھر کا حج فرض کرتے ہیں اور اسے اپنی طرف اضافت کر کے شرف و عزت بخشتے ہیں اور اسے تمھارے لیے امن و امان اور برکت و ہدایت والا مکان بناتے ہیں اور اس کا شوق تمھارے دلوں میں ایسا ڈالتے ہیں کہ یہ چند روزہ قطع علائق و غربت وطن بھی تم پر

باعثِ تکلیف و بے آرامی نہ ہو بلکہ چار سمت سے اس کی طرف ایسے ٹوٹو جیسے کبوتر اپنے آشیانوں کی طرف اور اس کے شوق میں ایسے بے تاب دوڑو جیسے اونٹنی اپنے بچہ کے لیے۔ یہ غریب الوطن وہ مزہ دکھائے کہ لذت وطن دل سے بھول جائے پھر جب نئی نئی سیریں اور طرفہ طرفہ تماشے راہ کے دیکھتے اور ہماری عجائبِ قدرت و غرائب صنعت کے ملاحظہ سے حظ اٹھاتے اٹھاتے اس تک پہنچو تو یہاں اگلی امتوں کی طرح نہ وہ بیابان لق و دق ہے جس میں ٹھہرنے سے دل گھبرائے نہ وہ بے سر و سامانی کہ غذا سوا برگ ہائے درخت کے کچھ ہاتھ نہ آئے نہ وہ تنہائی کہ سینہ میں دم رکے نہ وہ سخت بوجھ کہ اٹھ نہ سکے نہ وہ درندگان صحرا کی مہیب آوازیں نہ وہ وحشی جانوروں کی موحش صحبتیں بلکہ یہاں کیا ہے ایک عروس سراپاناز سرتابہ قدم حسن وانداز لباس مشکیں زیب تن بہ ہزاراں زیورِ رحمت مزین چہرہ وہ پر نور کہ آنکھیں تجلی گاہ طور بنی جمال وہ دل افروز کی نگاہیں آئینہ سان محو حیرت رہیں دیکھے سے دل میں وہ ٹھنڈک آئے کہ پلک مارنے کو جی نہ چاہے۔

در بزم جمال تو بہنگام تماشہ
نظارہ ز جنبیدن مژگاں گلہ وارد
داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو ز داماں گلہ وارد

پروانے اس شمع خوبی کے گرد نثار ہو رہے ہیں عشاق دل سوختہ دامنوں سے لپٹے درد جگر کھو رہے ہیں کسی طرف آہ سحری کی نرم نرم نسیم غنچۂ دل کھلاتی ہے کہیں اشک پیہم کی روانی ترشح ابر کا مزہ دکھاتی ہے کوئی سجدہ میں گر کر آئینۂ حیران بنا ہے کوئی ملتزم سے لپٹ کر تصویر دیوار ہو گیا ہے کوئی حطیم میں بیٹھا ہجوم شوق میں دیوانہ وار سر گرم فغاں ہے کہ ایک دم خاموش نہیں کوئی رکن یمانی یا میزاب کے پاس ایسا مست لذت ہے کہ جان و تن کا ہوش نہیں کسی کو بوسہ سنگ اسود نے وہ مزہ دیا ہے کہ تشنہ ذوق میں چور ہے لوگ اوپر گرپڑتے ہیں مگر منہ ہٹانا کسے منظور ہے سبز پوشاں ملای اعلیٰ دامن خدمت کمر ہمت پر چست باندھے مہمانوں کی دلداری میں سر گرم ہیں نور کے طبق سروں پر لٹائے جاتے ہیں ہماری

رضامندی کے ہار گلے میں پہنائے جاتے ہیں جو آیا خلعتِ عزت پایا جس نے سر جھکایا ہم نے مرتبۂ رفیع پر پہنچایا چار طرف سے "لبیک لبیک الھم لبیک" کی صدائیں ہیں ذکر و دعا و نعت و صلوۃ و اذان و اقامت کی بلند ندائیں ہیں لطف و کرم کی زور دار بارش ہو رہی ہے گناہوں کے دفتر دھوئے جاتے ہیں اشجارِ تمنا سرسبزی و شادابی پاتے ہیں صحبت کے لیے اکابر علما و صلحا کھانے کے لیے تمام جہان کی لطیف و لذیز غذا گو یہاں کچھ نہیں ہوتا مگر جو کہیں نہ ملے یہاں ملتا ہے۔ یجیٰ الیہ من کل الثمرات ۔ہمارا سچا وعدہ ہے "فمن کفر" پھر جو ہماری ایسی عظیم نعمتوں کی ناشکری کرے اور باوجود ان منافع بیشمار کے ادنیٰ تکلیف کہ وہ بھی ہزاروں لذتوں سے مشغوف ہے گوارا نہ کرے "فان اللہ غنی عن العلمین"۔ تو ہمیں اس بے سپاس ناحق شناس کی کیا پرواہ ہے اپنا نقصان کرتا ہے ہمارا کیا کر سکتا ہے اے عزیز اگر اس سفر سراپا ظفر سے بوجہ حیلولت بحر و خوف موت گھبراتا ہے تو تجھ سے زیادہ احمق کون کیا اگر یہیں رہے گا تو موت تجھے چھوڑ دے گی یا معصیت میں مرنا طاعت میں جان دینے سے اور تا بقیامت اجر حج لینے سے افضل و اعلی ہے اور جو یار و دیار کا چھوڑنا پسند نہیں آتا تو یقین جان کہ ایک روز انھیں چھوڑنا اور اسی سے کام پڑتا ہے کہ ان کی محبت میں جس کی نافرمانی کرتا ہے اس وقت ان میں سے کوئی تیرا ساتھ نہ دے گا نفس تجھے تسویف و تاخیر کی گھاٹی میں ہلاک کرتا ہے اور تجھے خبر نہیں او نادان موت کا وقت تجھے معلوم ہے یا اس کے پھر دینے کی کوئی دوا یاد ہے کیا معلوم آج آ گئی تو محروم رہا اور "ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین"۔ کا داغ پیشانی پر لے گیا اور جو خدا نخواستہ ایسا ہوا تو یہود و نصارا کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا ہاں اے غافل جلد اٹھ اور کمر اطاعت مضبوط باندھ اور قلب کی باگ تذکرہ اعتبار کی طرف پھیر کہ مغز و عطر حج کا ہے۔ معاصی سے توبہ کر اور جن جن کے حقوق تجھ پر ہیں ان سے معاف کرا لے ورنہ یہ ہر ایک حق تیرے ساتھ مثل قرض خواہ کے ہے۔ بڑی شرم کی بات ہے شاہنشاہ کے دربار میں اس ہئیت سے جائے کہ چار طرف قرض خواہوں کا ہجوم ہو اور ہزاروں

مدعی دست و گریبان ہوں اگر اس نے ایسی بدحالت سے اپنے دربار میں بار نہ دیا تو کیا خسارہ ہو گا، جب وطن واہل وطن واعزہ واقربا کو چھوڑ کر چلے موت کا وقت یاد کر کہ ایک دن اسی طرح ان سب کو ایسا چھوڑ کر جانا ہو گا کہ پھر آنا اور ان میں رہنا بسنا ہر گز نہ ہو گا آج زیارت بیت کے لیے جاتا ہے اس سفر میں مالک بیت کے پاس جانا ہو گا دیکھیے وہاں کیسی بنتی اور کیا کچھ گزرتی ہے جب توشہ کا سامان کرے خیال کر کہ اس تھوڑی دیر کے لیے کیا کیا سامان کر رہا ہوں اور ایک سفر عظیم بس دور و دراز و راہ روح فرسا و جاں گداز سر پر ہے اس کے لیے بھی کچھ توشہ جمع کیا یا نہیں یہاں اگر بے سر و سامانی سے گزری تو چند روزہ تکلیف ہے علاوہ بریں بہت اسخیاء ایسے تیرے ساتھ ہوں گے کہ تیری خبر گیری کرتے رہیں گے وہاں اگر اعمال حسن کا توشہ ساتھ نہیں تو کوئی بات نہ پوچھے گا جس سے ایک نیکی مانگے گا کہے گا ہم خود محتاج ہیں کچھ ہمیں کو دے جا پھر بڑی فکر تو اسی سفر کی چاہیے جب سواری پاس آئے شکر الٰہی بجالا کہ تیرے لیے اپنی رحمت سے وہ سامان کیے جس میں تجھ پر مشقت گراں نہ گزرے اور تصور کر کہ ایک دن سواری جنازہ دروازہ پر لائی جائے گی یہ سواری تجھے بلاد وامصار کی سیر دکھاتی ٹھنڈی ہوا ٹھنڈے پانی کے ساتھ فضا وار مکانوں اور مجمع خلائق میں لے جائے گی اور وہ سواری تجھ بے کس و تنہا کو سب عزیزوں قریبوں سے چھٹا کر ایک مکان بس تنگ و تار میں پہنچائے گی پھر کچھ ایسی کوشش کر کہ سفر اس سفر کی آسانی کا باعث ہو یعنی اس میں گناہ و رفث و فسوق و جدال سے بچ اور ہر وقت طاعت الٰہی میں سر گرم اور پر حزر رہ کہ شوائبِ ریا و قصدِ غیر خدا اس سفر کو تباہ نہ کر دیں کہ پھر اس سفر طویل میں سخت دقت پڑے گی جب شہر سے باہر نکلے خیال کر کہاں جاتا ہے اور کیا ارادہ رکھتا ہے اور کس کی طرف قصد کیا ہے اس سفر میں میرے ساتھی دو فرقے ہو جائیں گے ایک وہ جو اس کی طرف پائے شوق سے دوڑے اور اس کے لیے دنیا ومافیہا سے گزر گئے اور اس کی طاعت میں ہر وقت مصروف رہے ان کے لیے دو مژدہ و تہنیت ہیں ایک وقت زیارت بیت الحرام دوم ہنگام لقائے حضرتِ ذی الجلال والاکرام دوسرے وہ جنھوں نے

تکالیف دنیوی سے تنگ آکر بمجبوری اس سفر کو گوارا کیا پھر اس میں جو بعض تکلیفیں کہ لوازم سفر ہیں گزریں اس پر جزع وفزع کرتے رہے یا قصد غیر خدا سے اپنی محنت کو برباد کیا اس حرم محترم میں معاصی سے باز نہ آئے اور ثواب کے عوض گناہ کمایا اس کا نصیبہ اس سفر سے سوا غربت و کربت اور سفر کی مصیبت کے اور کچھ نہیں آہ نہیں معلوم میں ان دونوں سے کس فرقے میں ہوں جب دریا میں سوار ہو اس قادر ذوالجلال کی قدرت کاملہ کا مراقبہ کر جس نے ایسے بحر ذخار ناپیدا کنار کو تیرے لیے مسخر کر دیا اور جان کہ اس رکوب کا انجام معلوم ہے اگر پار اترے گوہر مقصود ہاتھ آیا اور ڈوب گئے تو بشرط اخلاص شہید مرے اور قیامت تک ثواب پاتے رہے مگر ایک دریائے موج انگیز سخت طوفان خیز باقی ہے جہاں نہ کوئی ناو ہے اور نہ ناخدا اللہ ہی کی رحمت کام آئے گی پھر وہاں کے لیے کچھ ایسا سامان جمع رکھیے کہ بخیریت پار ہوں اگر مواجی بحر و طغیان آب دیکھ کر ترس و ہول پیدا ہو اور وہ باعثِ التجا بجناب کبریاء سو خیال کر کہ یہاں ڈر کر اس کی طرف ملتجی ہونا اور خشکی میں لہو ولعب وغفلت میں عمر کھونا کیسی حماقت ہے کیا وہ وہاں تیرے اہلاک پر قادر نہیں زمین بھی تو اس کے حکم سے پانی پر قائم ہے اگر وہ چاہے خسف ہو جائے پھر کون بچا سکتا ہے جب جامۂ احرام پہنے کفن کو یاد کر کہ وہ ایسا ہی چار گز کپڑا بے سلا ہوگا آج جیسے احرام میں لپٹا اس کے گھر کی طرف چلا ہے کل کفن میں پیچیدہ اس کی طرف جائے گا پھر کچھ ایسی تدبیر کر کہ اس وقت کا عمل اس وقت کام آئے جب صحرا و بوادی میں گزر ہو اور رہزنوں یا درندوں کا ڈر ہو اپنی غفلت پر سخت افسوس کر کہ حطام دنیا کے لیے اس قدر مہموم ہے اور وہ متاع گراں بہائے بیش قیمت جسے ایمان کہتے ہیں شیطان لعین سا چور اور نفس امارہ سا رہزن اس کے درپے ہے اور تو ان سے بچنے کی کچھ فکر نہیں کرتا یہاں سباع و درندگان کا علاج کر سکتا ہے اور مجمع کثیر میں آتے وہ خود خائف ہوتے ہیں گور کی تنہائی میں عیاذ باللہ اگر سانپ بچھو آئے ان کا بھی علاج کر رکھا ہے یا نہیں لبیک کہے لحاظ کر یہ اس بادشاہ بے نیاز کی ندا کا جواب ہے اس نے پکارا میری طاعت کے لیے میری گھر کی طرف دوڑ و تو کہتا ہے میں حاضر

ہوں الٰہی میں حاضر ہوں کیا معلوم تیری یہ عرض وہاں مقبول ہو یا نہیں یہ وقت مسلمان کے لیے بڑے خوف و رجا کا ہے ڈر کہ تیرے اعمال بد تجھے مردود نہ کر دیں اور امید رکھ کہ کریم اپنے گھر آئے کو محروم نہیں رکھتا اسی واسطے لفظ لبیک جو سبقت ندا پر دال ہے مقرر فرمایا گیا تا یاد دلاتا اور امید بندھاتا رہے کہ ہم ناخواندہ مسلمان نہیں بلکہ ایک بڑے کریم کے بلائے ہوئے جاتے ہیں

بلبل زادب پانہند در صف گلزار

تا گل بطلب گاریٔ اواز لب نہ کشاید

حدیث شریف میں ہے جو مال حرام لے کر حج کو چلا جب لبیک کہتا ہے اسے جواب ہوتا ہے "لا لبیک ولا سعدیک و حجک مردود و علیک حتی ترد مانی ید یک" نہ تیری لبیک منظور نہ سعدیک سنی جائے اور تیرا حج تیرا منہ پر مارا جائے گا جب تک تو وہ مال جو تیرے ہاتھ میں ہے پھیر دے حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ و عن آبائہ الکرام نے جب احرام باندھا اور سواری پر سوار ہوئے چہرۂ شریفہ کا رنگ زرد ہو گیا اور جسم تھر تھرانے لگا اور لبیک نہ کہہ سکے لوگوں نے عرض کیا حضرت لبیک کیوں نہیں فرماتے ارشاد کیا ڈرتا ہوں کہیں جواب نہ ملے کہ "لا لبیک ولا سعدیک" پھر تلبیہ کہا اور کہتے ہی غش آ گیا اور سواری سے گر پڑے اخیر حج تک یہی حال رہا احمد بن الجواری کہتے ہیں میں نے حضرت ابو سلیمان دارانی کے ساتھ حج کیا جب احرام باندھا انہوں نے ایک میل تک لبیک نہ کہی اور غشی طاری ہوئی جب ہوش میں آئے کہا اے احمد اللہ تعالیٰ نے موسی علیہ السلام کو وحی بھیجی بنی اسرائیل کے ستمگاروں سے کہہ دے مجھے یاد نہ کریں کہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے یاد کریں گے میں انھیں لعنت کے ساتھ یاد کروں گا اے احمد میں نے یہ سنا ہے جو حرام طور پر حج کو جاتا اور لبیک کہتا ہے اللہ جل جلالہ فرماتا ہے "لا لبیک ولا سعدیک حتی ترد مافی یدک" ہمیں ڈر ہے کہیں ہم سے بھی ایسا ہی نہ کہا جائے جب آدمیوں کا ہجوم اور ان کا ندائے الٰہی کے جواب میں لبیک لبیک کہتے مختلف

شہروں سے آنا دیکھے مراقبہ کر کہ ایک روز ایسے ہی نفخ صور کریں گے اور تمام عالم کو بلائیں گے اور لوگ یونہی اپنی اپنی قبروں سے نکل کر اس کی طرف چلیں گے اس وقت کوئی مردود ہوگا کوئی مقبول آج بھی دیکھئے کیسی گزرتی ہے اور میں کس فرقے میں ٹھہرتا ہوں جب دروازہ حرم میں داخل ہو خیال کر ایک دن سب کو ایک دروازہ سے جس کا نام موت ہے گزر کرنا ہے مگر نہیں معلوم وہ دروازہ کس گھر لے جائے فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر۔جب مکہ معظمہ پہنچے شوق وذوق میں ڈوب جا اور احسان الہی کا شکر بجالا جس کی توفیق سے یہاں تک پہنچا اور سمجھ لے کہ اس حرم کو اس نے امن دینے والی فرمایا عجب کیا تجھے بھی عذاب قیامت سے نجات ملے اور اپنے گناہوں پر خیال کر کے اشک ندامت بہاکہ کیسا آلودہ متلوث کیسی پاک جگہ کی زیارت کو جاتا ہے مگر یہاں امید غالب ہے کہ شرف خانۂ عظیم اور کرم صاحب خانہ عمیم اور مہمان کی خاطر داری منظور اور پناہ لینے والے کو پناہ دینا کریموں کا دستور اگر تجھے رد کرنا چاہتے اپنے گھر نہ بلاتے جب نگاہ کعبہ معظمہ پر پڑے عظمت اس کی قلب میں لا اور گمان کر گویا تو رب البیت کو مشاہدہ کر رہا ہے اور کیسے خطرہ کی بات ہے کہ کل اس کہ رؤیت نصیب ہوتی ہے یا معاذاللہ مجوبین میں ٹھہرتا ہوں مگر جب گھر دکھایا ہے تو امید ہے کہ اپنا وجہ کریم بھی دکھائے گا "انشاء اللہ العظیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم" غرض اپنے ہر امر سے امور آخرت کی طرف انتقال کر کہ وقائع حج بالکل نمونۂ محشر ہیں جب طواف بیت سے مشرف ہو ولولۂ محبت کو حجاب ادب اور آتش شوق کو عرق خجالت سے ملا اور خیال کر کہ ملائکہ مقربین گرد عرش عظیم اور تمام ملاء اعلی بیت المعمور کا کہ آسمان پر محاذی کعبہ واقع ہے طواف کر رہے ہیں کیا خوب نعمت ملی کہ ایسے مقبولوں سے مشابہت ملی اور کریم کا وعدہ ہے "من تشبہ بقوم فھو منھم" جو جس قوم سے مشابہت پیدا کرے گا وہ انہی میں سے شمار کیا جائے گا مگر طواف جسم بے طواف قلب بیکار ہے اگر دل حاضر نہیں تو یہ گرد پھرنا عبث سر پھرانا ہے۔جب حجر اسود کا بوسہ لے یاد کر کہ یہ وہ پتھر ہے جس میں تمام مخلوق سے حق

سبحانہ نے عہد اطاعت لے کر وہ کاغذ میثاق اسے کھلا دیا ہے اس کا چومنا در حقیقت اس عہد کا تازہ کرنا ہے پھر خدا سے پیماں شکنی کر کے کس کا ہو کر رہے گا اور کوشش کر کہ اخلاص و صدق نیت باعث قبول عمل ہوتا ہے یہ پتھر روز قیامت تیرے لیے گواہی دے اور خیال کر کہ بیشک اس پتھر پر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارک نے مس فرمایا ہے شرم کر کہ تیرا منہ اور وہاں تک پہنچنا اور لحاظ رکھ کہ جو لب ایسی جگہ مس کرنے سے مشرف ہوئے اب تو ان سے کلامِ بیہودہ و نامرضی نہ نکالیے ورنہ ان برکات کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے ملتزم سے چمٹے محبت و شوق کا قصد کر اور اسی طرح امید رکھ کہ تیرے جسم نے وہاں مس کیا جہاں تن نورانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مس فرمایا تھا عجب کیا کہ جسم محبوب و بیت مقدس کی برکت سے تیرے بدن کو آتشِ دوزخ سے بچالیں جب غلاف کعبہ سے لپٹے خیال کر کہ ایک بے کس بے یار و سیاہ گنہگار اپنے گناہوں سے اس بادشاہ غفور رحیم کی بارگاہ میں التجالایا ہے اور اس کا دامن پکڑ کر کہہ رہا ہے میرا

تیرے در کے سوا کہیں ٹھکانہ نہیں اور تیرے کرم و عفو کے سوا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں مجھے یہ دامن بڑا وسیلہ ہاتھ آگیا اسے نہ چھوڑں گا جب تک تو اپنے فضل سے میرے گناہوں پر قلم مغفرت نہ پھیر دے اور آئندہ اپنے دشمنوں سے مجھے رہائی دے اور یقین جان کہ کیسا ہی سخت نافرمانبردار غلام ہو جب اپنے کریم و رحیم مولیٰ کا دامن پکڑ کر مچل جاتا ہے کہ میں تو بے عفو کیے نہ مانوں گا تو اسے رحم ہی آجاتا ہے اور اس کی خطاؤں سے در گزر فرماتا ہے پھر جب حق تبارک و تعالی تو ارحم الراحمین و اکرم الاکرمین ہے جل جلالہ و لا الہ الا ہو جب صفا و مروہ کے درمیان دوڑے اور سات پھیرے کرے خیال کر اس وقت میں نے اس بندۂ مطیع فرمانبردار جاں نثار کی سی صورت بنائی ہے جو اپنے مولی کی خدمت میں نہایت سرگرم ہے ایک دم پاؤں اس کا زمین سے نہیں لگتا کبھی آتا ہے کبھی جاتا ہے یا مثل اس فقیر بینوا کے جسے اس کی محتاجی نے بیتاب کر رکھا ہے دروازۂ کریم پر آتا ہے اور اس کی صفت و ثنا کر کے سوال کرتا ہے مگر اسے نہیں کھلتا میرے حق میں کیا حکم ہوا لوٹ جاتا ہے پھر بیقراری

اس کی اسے واپس لاتی ہے اور دیر تک اسی حالت میں رہتا ہے یا مثل اس عاشق جان سوختہ جو کوچۂ محبوب میں سر گرداں پھر رہا ہے جمال جاناں نظر نہیں آتا اور دل کی بے چینی اسے ایک دم قرار نہیں لینے دیتی اور تصور کر ایک دن میزان کھڑی کی جائے گی ایک پلہ میں نیکیاں دوسرے پلہ میں گناہ رکھے جائیں گے تو اس پریشانی میں کہ دیکھیے کونسا پلہ غالب ہوتا ہے مضطرب پھرتا ہوگا کہ کبھی اس پلہ پر جائے گا کبھی اس پلہ پر جائے گا کبھی اس پر حالت خوف ورجا دل کو زیر و زبر کر رہی ہوگی جب نویں رات منٰی میں سوئے اور صبح کو عرفات جانے کا قصد ہو یاد کر ایسے ہی روز خواب مرگ سے اٹھ کر میدان محشر میں جانا ہوگا اور یہی خلق کا اژدحام اور امید و بیم کا عالم ہوگا جب عرفات میں وقوف کرے تو لوگوں کا اطراف و اکناف سے آکر ایک زمین میں جمع ہونا اور ہر ایک کا اپنے لیے آواز بلند کرنا اور مختلف لغتوں میں اللہ جل جلالہ کو پکارنا اور ہر قافلہ کا اپنے اپنے سرداروں کے ساتھ ساتھ ہونا اور ان کے ہمراہ چلنا اور ضعفا و عاجزین و زناں و اطفال کا دوسروں سے اعانت چاہنا دیکھ کر اس مضمون کو بالکل عرصات قیامت پر منطبق کر کہ اسی طرح تمام عالم ایک میدان میں مجتمع ہوگا اور ہر ایک اپنی اپنی فکر میں ہوگا مختلف زبانیں طرح طرح کی آوازیں رنگ رنگ کی صورتیں پھر ہر فرقہ اپنے امام کے ساتھ ہوگا، انبیاء اپنی اپنی امتوں کو لیے کھڑے ہوں گے گناہگار نیکوں سے شفاعت طب کریں گے اس وقت دیکھا چاہیے مجھے اپنے مہربار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمرہ میں ان کے نشان والا شان کے نیچے جگہ ملتی ہے اور میری شفاعت حق تعالی سے کرتے ہیں یا نہیں "الھم احشر نا فی زمرتہ واردقنا من شفاعتہ" آمین اور اعتقاد رکھ کہ یہ دن بیشک افضل الایام ہے اور آج رحمت الہی خلق کی طرف بے انتہا متوجہ ہے اور یہ موقف ہرگز اوتاد و ابدال و صلحا و اولیا سے خالی نہیں خدا کے نیک بندے اپنے دلوں کو خیال غیر سے پاک کیے ہوے اس کے حضور گڑ گڑا رہے ہیں ان کے وہ ہاتھ اس کی طرف پھیلے ہیں جنھیں وہ خالی نہیں پھیرتا اور وہ گردنیں اس کی رحمت کی جانب بلند ہیں جو ہمیشہ اس کے حضور جھکی رہی ہیں اور وہ آنکھیں

اس کی مہربانی پر کھولے ہوئے ہیں جنھوں نے اس کی یاد میں دریا بہائے ہیں اور رات رات بھر نیند سے آشنانہ ہوئیں پھر بالیقین ان کی دعااوران کا عمل سب مقبول ہیں اور کریم کی عادت نہیں کہ مجمع سائلین سے بعض کو دے اور بعض کو محروم پھیرے ایسے ہی لوگوں کی نسبت فرماتاہے "هم القوم لا يشفى بهم جليسهم" وہ وہ لوگ ہیں کہ ان کا پاس بیٹھنے والا بدبخت و محروم نہیں رہتا علاوہ بریں یہ مقبولان خداہرگز تنہااپنی مغفرت وقضائے حاجت کے طلبگار نہیں بلکہ تمام اہل موقف کو ان کی دعا شامل ہے۔۔۔۔۔۔

تو بلیقین حسب وعدۂ الہی میرے سب گناہ بخشے گئے اور آج ایسا ہو گیا کہ گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اسی واسطے کہا جاتا ہے جو وقوف عرفہ کر کے گمان کرے کہ اس پر کوئی گناہ باقی رہا اس سے بڑھ کر کوئی گناہگار نہیں، عياذبالله و رزقنا الله حسن الايمان آمین جب رمی جمار کرے اطاعت الہی کا قصد کر اور اپنی عقل کو دخل نہ دے

الحذر کہ تیرے دل میں خیال گزرے اس فعل کی کوئی غایت سمجھ میں نہیں آتی ایک بیہودہ و عبث سا کام معلوم ہوتا ہے اے نادان ایک کھلی غایت و غرض اس میں بھی موجود ہے کہ ایسے حکم کے امتثال سے کمال عبودیت و غایت النقیاد و مفہوم ہوتا ہے جس کام کی خوبی و منفعت خود سمجھ لی اس میں محض اطاعت نہ رہی بندہ وہ ہے جو مولی کے حکم میں عقل کو دخل نہ دے مردہ بدست زندہ ہو جائے تجھے جو کہا وہ کر اس سے کیا کام کہ کیوں کہا اور کیا فائد"لایسئل عما يفعل و هم يسئلون"۔ طبیب جو تجھے دوابتاتاہے بے اندیشہ پی جاتاہے گو اس کی ماہیت وافعال و خواص سے آگاہ نہ ہو اور سمجھ لیتا ہے طبیب داناہے اور میرے ازالۂ مرض کی فکر رکھتا ہے اس نے کچھ تو میرا فائدہ سمجھ ہی لیا ہوگا اللہ جل جلالہ پر اس قدر اطمینان بھی نہیں رکھتا وہ تو ارحم الراحمین ہے اور سب حکیموں سے بڑھ کر حکیم معہذا اس میں ایک پیغمبر جلیل القدر یعنی سیدنا خلیل اللہ ابراہیم علیہ و علی نبینا الصلاۃ والتسلیم کے ساتھ تشبہ ہے کہ ان مقامات پر ابلیس لعین انکا معترض ہوا

تھا تا ان کے حج میں کچھ شبہ ڈال دے یا قابو چلے تو کسی معصیت میں آلودہ کر دے حق سبحانہ و تعالی نے انہیں حکم دیا مردود کو پتھر ماریں کہ خائب و خاسر لوٹ جائے اور امید اس کی ٹوٹ جائے ہم بھی انھیں کا اتباع کرتے ہیں اگر تیرے دل میں اندیشہ گزرے انھون نے تو شیطان کے پتھر مارے تھے اب شیطان کہاں ہے جس کے میں پتھر ماروں تو سمجھ لے کہ اگر شیطان یہاں موجود نہیں تو یہ وسوسہ تیرے دل میں کس نے ڈالا مستعد ہو کر اسی کے پتھر مار اور اطاعت حکم الہی سے اس ملعون کے دل پر زخم کاری لگا جب ذبح بدی واضحیہ کرے اسے بھی اسی طرح امتثال امر ربانی و اقتدائے سنت ابراہیمی سمجھ اور امید رکھ کہ اس کے ہر عضو کے عوض تیرا ہر عفو انشاءاللہ تعالی نار دوزخ سے آزاد ہو گا اور جہد کر کہ آدمی ہو کر ایک جانور سے کم نہ ہو جا جس نے اس کے حکم سے اپنی گردن دے دی اور تجھ سے اس کی مرضی کا کوئی کام نہیں بن پڑتا۔۔۔!

(جواہر البیان فی اسرار الارکان)

☆☆☆☆☆☆

اسرارالاحکام بانوارالقرآن (قسط سوم)

از: حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ

زکوۃ

س: اسلام نے زکوۃ کیوں فرض کی اپنا کمایا ہوا مال دوسروں کو مفت کیوں دلوایا؟

ج: چند وجہ سے:

۱) سخاوت انسان کا کمال ہے۔ بخل عیب۔ زکوۃ دینے سے یہ عیب دور ہوتا ہے اور وہ کمال حاصل ہوتا ہے۔

۲) جیسے ہماری کمائی میں حکومت کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ جسے ٹیکس کہتے ہیں پھر وہ ٹیکس ہمارے ہی مفاد یعنی ملکی انتظام پر خرچ ہوتا ہے ایسے ہی ہماری کمائیوں میں رب کا حق ہے جو ہمارے غربا پر خرچ ہوتا ہے۔

۳) چلتی پھرتی چیز بہتر رہتی ہے اور رکی ہوئی چیز بگڑ جاتی ہے کنوئیں کا پانی نکلتا رہے تو ٹھیک رہے گا۔ ورنہ بگڑ جائے گا۔ لہذا دولت بند نہ کرو اسے چلتا پھرتا رکھو۔

٤) زکوۃ سے امداد باہمی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو انسان کی بہترین صفت ہے۔ کہ رب کی نعمت مل بانٹ کر کھاؤ۔

٥) خرچ سے نعمت بڑھتی ہے۔ روکنے سے گھٹتی ہے۔ انگور اور بیری کی شاخیں کاٹ دینے سے پھل زیادہ آتے ہیں۔ نہ کاٹو تو کم آتے ہیں۔ دانہ کھیت میں بکھیرنے سے زیادہ ہوتا ہے جمع رکھنے سے جلد ختم ہو جاتا ہے۔

س: جب رب نے مال ہمیں دیا تو وہ ہمارا ہی حصہ۔ ہم ہی استعمال کریں۔ اپنا حصہ مفت خوروں کو کیوں دیں؟

ج: رب جو چیز کسی کو ضرورت سے زیادہ دے تو اس میں دوسروں کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ بھینس کے تھن میں دس سیر دودھ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ صرف اس کے بچہ کے لئے نہیں۔ دوسروں کا بھی اس میں حصہ ہے۔ کتیا کے تھن میں تھوڑا سا ہی دودھ ہے کونکہ وہ صرف

اس کے بچوں ہی کے لئے ہے۔ اگر میزبان مہمان کے آگے ضرورت سے زیادہ کھانا رکھے تو وہ سب مہمان کے لئے نہیں بلکہ ہڈیاں اس کے کتوں کے لئے ہیں۔ باقی ماندہ اس کے نوکروں کا حق ہے۔ کھیت میں کنوئیں سے پانی آرہاہے۔ وہ کیاریوں کے لئے ہے۔ اگر کھیت والا پانی نہ پھیلائے تو کنوئیں والا پانی نہ چھوڑے گا۔ غرباء رب کی کھیتیاں ہیں۔ ان کا دیا ہوا مال ان میں بھی پھیلاؤ۔

س: کیا زکوۃ صرف مال ہی میں ہے یا ہر چیز میں؟

ج: شرعی زکوۃ تو صرف تجارتی مال میں ہے۔ مگر زکوۃ کی حقیقت ہر جگہ موجود ہے۔ پھلوں کا گودا انسان کے لئے ہے مگر چھلکا جانوروں کا حق ہے۔ گندم میں پھل ہمارا حصہ مگر بھوسہ جانوروں کا۔ گندم میں بھی آٹا ہمارا ہے۔ بھوسی جانوروں کی۔ ہمارے جسم میں بال ناخن کا علیحدہ کرنا ضروری ہے۔ یہ سب زکٰوۃ ہیں۔ بیماری تندرستی کی زکوۃ ہے۔ مصیبت راحت کی۔ نمازیں دنیاوی کاروبار کی گویا زکوۃ ہیں۔

س: زکوۃ سے قوم میں بیماری اور بھیک مانگنے کی رسم بڑھتی ہے۔ اس لئے آج جتنے بھکاری مسلمانوں میں ہیں اتنے دوسری قوموں میں نہیں۔ جب مفت ملے تو محنت کیوں کریں؟

ج: زکوۃ سے مسلم قوم دوسروں کی محتاج نہ ہو گی۔ اپنی ضرورتیں اپنی ہی قوم سے پوری ہونگی۔ دیکھو بوہرے قوم کا انتظام کہ ان میں زکٰوۃ کی وجہ سے کوئی غریب نہیں۔ مسلمانوں میں افلاس اب سو برس سے آیا ہے۔ اور زکوۃ کا مسئلہ چودہ سو برس سے رائج ہے۔ اگر زکوۃ قوم کو غریب کرتی تو پہلے مسلمان مالدار کیوں تھے۔ موجودہ افلاس کی وجہ مسلمانوں کی عیاشی بے کاری ۔ مقدمہ بازی۔ حرام رسموں کا رواج ہے۔ اسلام نے جہاں زکوۃ کا حکم مالداروں کو دیا ہے۔ وہاں غربا کو بھیک مانگنے سے سخت منع فرمایا۔ اور حلال کمائی کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ فقیروں کو زکٰوۃ ملنے کی امید تو ہو گی۔ مگر یقین نہ ہو گا۔ کہ زکٰوۃ ملے یا نہ ملے۔

س: زکوۃ اہل قرابت کو دینا کیوں جائز ہے چاہیئے تو یہ کہ بلکل اجنبی کو دی جاوے جس سے کوئی دنیاوی تعلق نہیں؟

ج: اہل قرابت کو زکوٰۃ دینے میں دو فائدے ہیں ایک تو عبادت دوسرے اپنے عزیز کی خدمت عزیز کی خدمت وسلوک ویسے بھی لازم تھا رب کا یہ کرم تھا کہ اس نے اسی ضمن میں عبادت بھی ادا کر دی۔

س: تو چاہیے کہ اپنے ماں باپ اولاد کو بھی زکوۃ دی جائے وہ بھی تو عزیز بلکہ بڑے قریبی عزیز ہیں۔؟

ج: ماں باپ زوج بیوی عادۃ ان کے مال مشترکہ ہوتے ہیں یعنی ان میں ہر ایک دوسرے کا مال بے تکلف خرچ کرتا ہے اور اس کو اپنا مال سمجھ کر کھاتا ہے کہا جاتا ہے کہ ہمارے باپ کا مال ہے اگر ان لوگوں کو زکوۃ دی گئی تو زکوۃ گھر میں رہی اس لئے ان عزیزوں کو زکوۃ مت دو۔

س: پیغمبر پر زکوۃ فرض کیوں نہیں۔ چاہیئے کہ نماز روزہ کی طرح یہ بھی ان پر فرض ہو۔؟

ج: دو وجہ سے ایک یہ کہ پیغمبر ایسے فنافی اللہ ہیں کہ ان کا مال براہ راست رب کی ملک ہے وہ حضرات مالک ہی نہیں (الگ معنی میں) اور رب کی ملک میں زکوٰۃ نہیں ہوتی۔ مسجد۔ مدرسہ۔ خانقاہ وغیرہ اوقاف کے مالکوں میں زکوۃ نہیں کیونکہ وہ کسی بندے کی ملک نہیں۔ رب کی ملک ہیں۔ ایسے ہی مال نبی ہے اسی لئے نبی کے مال میں میراث نہیں کہ وقف مال کی میراث کیسی۔

دوسرے یہ کہ امت نبی کی حکمی غلام ولونڈی ہے۔ اسی لئے اگر پیغمبر کسی کا کسی سے نکاح کر دیں تو ان کو ماننا لازم ہے۔ جیسے کہ حضرت زید اور زینب کا نکاح ہوا اور اگر کسی کی بیوی کو اس پر حرام کر دیں تو وہ بیوی ہوتے ہوئے شوہر پر حرام ہو گی۔ جیسے حضرت کعب ابن مالک کا حال ہوا۔ بائیکاٹ کے زمانہ میں اور آقا اپنے غلام، لونڈی کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ لہذا کوئی مسلمان پیغمبر کی زکوٰۃ کا مصرف نہ تھا۔ اس لئے ان پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ جو عبادت قابل ادا نہ ہو۔ وہ فرض نہیں ہوتی۔

س: زکوۃ چالیسواں حصہ کیوں ہے۔ کم و بیش کیوں نہیں؟

ج: اس لئے کہ بنی اسرائیل پر چوتھائی مال زکوٰۃ تھی۔ یعنی روپیہ میں چار آنہ پچیس فی صدی۔ اس امت کو

نیکی کا دس گنا ثواب ملتا ہے۔ فله عشر امثا لها۔ لہذا رب تعالی نے اس امت کے لئے چہارم کا دسواں یعنی چالیسواں حصہ فرض کیا۔ تاکہ یہ دس گنا ہو کر چہارم کے برابر ثواب کا باعث ہو۔ جیسے اسلامی نمازیں پڑھنے میں پانچ اور ثواب میں پچاس ہیں۔

ایسے ہی اسلامی زکوۃ ادا کرنے میں ڈھائی روپیہ سینکڑہ ہے۔ مگر ثواب میں پچیس روپیہ سینکڑہ۔

س: زکوۃ سال میں ایک بار کیوں فرض ہے۔ نماز کی طرح روزانہ یا حج کی طرح عمر میں ایک بار کیوں فرض نہیں؟

ج: اسلام کا مقصد یہ ہے کہ مال بڑھتا بھی رہے اور اس کی زکوٰۃ بھی نکلتی رہے۔ لہذا مالک کو ایک سال بھر کا موقعہ دیا ہے کہ کاروباری آدمی سال بھر تجارت کرکے خوب مال بڑھالے پھر کل کا چالیسواں حصہ ادا کرے۔ کیونکہ سال میں تینوں موسم اور چاروں فصلیں آجاتی ہیں۔ لہذا ہر مال کے بڑھنے کا کافی موقع مل جاتا ہے۔ ہر چیز کسی موسم میں سستی ہو جاتی ہے دوسرے میں مہنگی۔

س: زکوۃ کو زکوۃ کیوں کہتے ہیں؟

ج: زکوۃ کے لغوی معنی پاکی ہیں۔ اس لئے مذبوح جانور کو مزکی کہتے ہیں۔ چونکہ زکوٰۃ نکالنے کے بعد باقی مال پاک ہو جاتا ہے لہذا اسے زکوۃ کہا جاتا ہے۔ یا زکوٰۃ کے معنی ہیں بڑھنا چونکہ زکوۃ نکالنے سے مال بڑھتا ہے اور محفوظ بھی رہتا ہے۔ لہذا اسے زکوٰۃ کہتے ہیں۔

حج وزیارت

س: حج کے کیا معنی ہیں اور حج کو حج کیوں کہتے ہیں؟

ج: حج کے لغوی معنی ہیں ارادہ اور قصد۔ چونکہ اس میں بھی انسان بیت اللہ کے ارادے سے گھر سے سفر کرتا ہے۔ لہذا اس کا نام حج ہے۔

س: اسلام میں حج کیوں فرض ہے۔ بلا وجہ مسلمانوں کو سفر کی مشقت اور روپیہ کے خرچ میں کیوں ڈالا گیا؟

ج: حج میں دینی اور دنیاوی ہزارہا مصلحتیں ہیں۔ دنیاوی مصلحتیں حسب ذیل ہیں:

(۱) جیسے جسمانی تفریح کے لئے باغ کی سیر کو جاتے ہیں کہ وہاں کی ہوا دماغ کو تازگی بخشتی ہے اور وہاں کی مہک معطر کر دیتی ہے۔ایسے ہی حرمین کی زمین ایمانی باغ ہے۔ جہاں کی ہوا ایمان کو تازگی بخشتی ہے اور چونکہ وہ جگہ ہزارہا انبیاء اکرام کی گزر گاہ اور سینکڑوں نبیوں کا مدفن ہے۔ لہذا وہاں کی مہک ایمان کو معطر کرتی ہے۔

(۲) حج میں خشکی و تری کا سفر کرنا پڑتا ہے جس سے آدمی کا تجربہ بڑھتا ہے۔

(۳) حج میں ہر ملک کے مسلمانوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ جس سے دنیا کے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق رہتا ہے۔

(٤) حج مسلمانوں کی سالانہ کانفرنس ہے۔ جس میں بے تکلف مسلمان جمع ہو جاتے ہیں۔

(٥) حج کے ذریعہ سے ملک حجاز کے باشندے پرورش پاتے ہیں۔کیونکہ وہاں کی زمین بے آب و دانہ ہے۔ وہاں حج ہی پر گزر اوقات ہے۔

(٦) حج میں سفر کی قدر اور مسافر کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ جس سے انسان میں مسافروں کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

(۷) حج سے آدمی میں مشقت برداشت کرنے کی عادت پڑتی ہے۔ کیونکہ حرمین شریفین میں تکلیف ضرور برداشت کرنی پڑتی ہے۔

س: حج میں دینی مصلحتیں کیا کیا ہے؟

ج: صدہا مصلحتیں ہیں۔

۱۔ حج میں مسلمان اللہ کے لئے اپنا وطن چھوڑتا ہے جس میں مہاجر کا ثواب پاتا ہے۔

۲۔ حج سے پچھلے پیغمبروں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ جس سے ان کی محبت بڑھتی ہے۔اور پیغمبروں کی محبت ہی اصل ایمان ہے۔

۳۔حج میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہم السلام کی نقل ہے۔ اور اچھوں کی نقل بھی اچھی ہے۔

٤۔حج میں حضرت ہاجرہ کی بے کسی اور پھر رب کی قدرت یاد آتی ہے۔ جس سے انسان میں صبر اور حلم پیدا ہوتا ہے۔ حج سے صبر و تحمل کا سبق ملتا ہے۔

کیونکہ حضرت ہاجرہ کی صبر و تحمل کی یہ ساری بہار ہے۔ حج سے قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ منی میں حضرت خلیل نے فرزند کی قربانی دی تھی۔ جس کی یاد گار میں حاجی اب بھی قربانیاں دیتے ہیں۔

س: حج میں طواف کیوں ہوتا ہے۔کعبہ کے آس پاس گھومنا دیوانگی سی معلوم ہوتی ہے ؟

ج: حج میں عشق کا غلبہ ہے۔ پروانہ شمع کا عاشق ہے تو اس کے گرد گھومتا ہے حاجی بھی رب کا عاشق ہے تو اس کے گھر کو شمع سمجھ کر پروانہ کی طرح اس کے ارد گرد گھومے۔

س: حج میں احرام کیوں باندھا جاتا ہے ؟

ج: جیسے نماز میں داخلہ تکبیر تحریمہ سے ہوتا ہے ایسے ہی حج میں داخلہ احرام سے ہے۔ احرام کے لباس میں کفن کی یادگار ہے کہ آئندہ ہمیں ایسا ہی بے سلا کپڑا پہن کر قبر میں جانا ہے۔ احرام میں امیر و غریب کو یکساں کیا گیا ہے۔ احرام میں عاشق کی شان بنا کر رب کے دروازے پر بلایا گیا ہے۔ کہ بکھرے بال بڑے ناخن کفنی گلے میں ڈالے عشاق حاضری کا شور مچاتے حاضر ہیں۔

س: حج کے لئے بے آب و گیاہ جنگل کیوں مقرر ہوا۔ کوئی سر سبز و شاداب ملک ہونا چاہیے تھا؟

ج: اس لئے کہ کعبہ معظمہ کی جگہ آباد زمین کا بیچ حصہ ہے۔ اسی جگہ سے زمین بن کر پھیلی۔ درمیانی جگہ میں ہر ملک کے لوگوں کا پہنچنا آسان ہے۔ اسی زمین میں ان نبیوں کا دور ہوا جن کی یادگار ہے۔

س: تو اسی جگہ کو سر سبز و شاداب کر دینا چاہیئے تھا اسے خشک ریگستان کیوں رکھا؟

ج: تاکہ حاجی محض رب کی رضا کے لئے یہاں آویں۔ کوئی دنیاوی غرض شامل نہ ہو سر سبز ملک میں تفریح۔ تجارت۔ سیر۔ آرام۔ عیاشی کا خیال ہو سکتا ہے اس بنجر زمین میں عبادت کے سوا دوسری نیت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے حاجی کے سلے کپڑے اتروا کر

کفن پہنایا جاتا ہے تاکہ ظاہری آرام بھی ختم ہو جائے۔ عیش کرنا ہو تو لندن یا پیرس جاؤ۔ عبادت کرنا ہو تو عرب میں حاضری دو۔

س: حضور علیہ السلام کا قیام مکہ معظمہ میں کیوں نہ ہوا۔ اتنی دور مدینہ پاک میں ہوا؟

ج: تاکہ حج کے طفیل زیارت نہ ہو۔ زیارت کے لئے علیحدہ مستقل سفر ہو۔ تاکہ زائر کی نگاہ میں زیارت کا وقار پیدا ہو۔ اسی لئے حضور علیہ السلام کی ولادت کسی مشہور مہینہ رمضان وغیرہ میں نہ کسی مشہور دن جمعہ یا اتوار کو ہوئی۔ کیونکہ حضور سے دوسروں کی عزت ہے حضور کی عزت خالق کے سوا کسی دوسرے سے نہیں۔

س: عرفات ومزدلفہ و منی میں کیوں ضروری ہے؟

ج: جہاں اللہ والوں کا گزر ہو جاوے یا جس جگہ کسی پیارے پر رب کا فضل ہو جاتا ہے۔ وہ جگہ تاقیامت نزول رحمت کی جگہ ہو جاتی ہے۔ یہ ہی حال تاریخوں اور دنوں کا ہے۔ منی میں آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ عرفات میں حضرت آدم وحوا کی ملاقات ہوئی۔ مزدلفہ میں حضرت آدم علیہ السلام نے بعد قبول توبہ قیام فرما کر عبادت الٰہی کی۔ منی میں حضرت خلیل اللہ نے فرزند کی قربانی کی۔ اس لئے یہ مقامات تاقیامت متبرک ہوگئے۔ چونکہ یہ کام ان ہی تاریخوں میں ہوئے تھے۔ اس لئے تاریخیں بھی وہ ہی مقرر ہوئیں۔

س: مدینہ پاک کی حاضری کیوں دی جاتی ہے؟

ج: بے شک اس کی رحمت تو ہر جگہ ہے مگر ہر جگہ ملتی نہیں۔ مدینہ پاک اور بزرگان دین کے آستانے رحمت الٰہی کے ملنے کے مقام ہیں۔ ریل ساری لائن سے گزرتی ہے مگر اس کے پانے کے لئے اسٹیشن جانا ہوتا ہے۔ بجلی کی رو سارے تار میں ہوتی ہے۔ مگر روشنی وہاں ہی ہوگی۔ جہاں قمقمہ لگا ہو۔ یہ مقامات رحمت ربانی کے اسٹیشن یا تجلی کے قمقمہ ہیں۔ رب ہر جگہ رازق ہے۔ ہر جگہ شافی امراض ہے۔ مگر رزق تلاش کرنے مالداروں کے دروازے پر شفا لینے کے لئے اطباء کی دوکانوں پر جاتے ہیں۔ ایسے ہی مدینہ پاک رزق روحانی اور شفا نفسانی ملنے کی جگہ ہے۔

س: روضہ پاک مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مزارات پر سلام کیوں پڑھا جاتا ہے؟

ج: بھیک مانگنے والا داتا کے دروازے پر کھڑے ہوکر گھر اور گھر والے کو دعائیں دیتا ہے۔ یہ دعائیں گویا مانگنے کا طریقہ ہے۔ حضور سخی داتا ہیں۔ ہم بھکاری ان کے دروازے پر صدا دینے والے کے لئے صلوۃ وسلام عرض کرتے ہیں۔ تاکہ بھیک ملے۔ نیز رب فرماتا ہے۔ جب تمہیں کوئی سلام کرے تو اس سے بہتر جواب دو یا کم از کم اس جیسا ہی دو۔ ہم غلاموں کو قوی امید ہے کہ حضور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ناچیز سلاموں کا جواب ضرور دیں گے اور فرمائیں گے وعلیکم السلام۔اے امتی تو بھی سلامت رہ۔ حضور مقبول الدعا ہیں اگر ایک دفعہ بھی سلامتی کی دعا دے دی تو انشاءاللہ ہم دونوں جہاں کی آفتوں سے سلامت رہیں گے۔یہ صلوۃ سلام دعا لینے کی تدبیر ہے۔

س: مدینہ پاک کی مٹی کو خاک شفا کیوں کہتے ہیں۔ اور آب زمزم کو دواء اور برکت کے لئے کیوں استعمال کرتے ہیں؟

ج: آب زمزم ایک پیغمبر اسمعیل علیہ السلام کے پاؤں شریف سے پیدا ہوا۔ گویا آپ کے پاؤں کا غسالہ ہے اور مدینہ پاک کے ذرے قدم پاک مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم سے مس ہوئے۔ لہذا ان میں شفا پیدا ہو گئی۔

کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے

شہد کی مکھی کے منہ میں پھولوں کا پھیکا رس میٹھا اور شفا یعنی شہد بن جاتا ہے ریشم کے کیڑے کے منہ سے چھو کر شہتوت کے پتے ریشم بن جاتے ہیں۔ حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ سے مس ہو کر خاک میں زندہ ہونے کی تاثیر پیدا ہو گئی۔ جس سے سامری کا بچھڑا زندہ ہو گیا۔ اسی طرح پیارے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پاک سے مس ہو کر خاک مدینہ شفا ہو گئی۔ خود حضور علیہ السلام نے مدینہ کی خاک کو شفا فرمایا۔ اور یہ شفا تا قیامت باقی ہے۔

س: آب زمزم کو آب زمزم کیوں کہتے ہیں؟

ج: زمزم زمزمۃ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں گنگنا کر گانا چونکہ حضرت ہاجرہ نے پہلی بار یہ پانی خوشی میں گنگنا کر پیا تھا۔ اس لئے اس کا نام زمزم رکھا گیا۔ یا یہ لفظ زم زم تھا جس کے معنی ہیں ٹھیر ٹھیر کر حضرت ہاجرہ نے اس پانی کو دیکھا تو اس کے ارد گرد دیوار سی بنادی اور فرمانے لگیں۔ اے پانی ٹھہر ٹھہر۔ اس کے لئے اس کا نام زمزم ہوا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر اس پانی کو روک نہ دیا جاتا۔ تو مشرق و مغرب میں دریا کی شکل میں ہوتا۔

س: قربانی کیوں کی جاتی ہے کیا جانور کی جان لینا بھی عبادت ہے؟

ج: اس لئے کہ قربانی کرنے سے خود رب پر قربان ہونا بھی آتا ہے۔ کیونکہ ہر ادنیٰ اعلیٰ پر قربان ہوتا ہے۔ دانہ پر کھیت کی زبان قربان ہوئی کہ جوت دی گئی۔ اور دانہ جانور پر قربان ہوا کہ جانور نے کھالیا۔ پھر جانور انسان پر قربان ہو گیا۔ کہ ذبح کر دیا گیا۔ اسی قاعدے سے چاہیئے کہ انسان رب پر قربان ہو کر جب دین کو اس کی جان کی ضرورت ہو پیش کر دے۔ جیسے خلیل اللہ نے اپنے فرزند کی قربانی امر الہی پر پیش کر دی۔ نیز ذبح کرنے سے جہاد اور شہادت پیدا ہوتی ہے۔ جس قوم نے خون نہ دیکھا ہو وہ کبھی جنگ نہیں کر سکتی۔ جیسے بنیا اور برہمن جسے مرنا آتا ہے اسے جینا بھی آتا ہے۔ جس قوم میں مرنے کا جذبہ نہ ہو اسے دنیا میں زندہ رہنے کا بھی حق نہیں گویا قربانی کرنے والے جانور کو مار کر خود مرنا سیکھنا ہے۔

جہاد اور شہادت

س: اسلام میں جہاد کیوں رکھا گیا۔ یہ تو وحشیانہ کام ہے۔ خونریزی اور امن برباد کرنے میں کیا فائدہ ہے؟

ج: جہاد میں بہت حکمتیں ہیں۔ چند حسب ذیل ہیں جن کا وجود امن کیلئے خطرہ ہو۔ ان کو دبادینا یا مٹادینا گویا امن قائم کرنا ہے۔ حکومتیں بدمعاشوں کو سزائیں دیتی ہیں۔ تاکہ نیک لوگ امن سے رہیں۔ کھیت سے گھاس دور کی جاتی ہے تاکہ فصل کو ضعف نہ پہنچے۔ گلا سڑا عضو کاٹ دیا جاتا ہے تاکہ تندرست عضو کو خراب نہ کرے۔ کفار دنیا کے لئے گویا گھاس یا جسم درست میں خراب عضو ہیں۔ مرد مومن گویا فصل یا

تندرست جسم ہے۔ ان کو مغلوب کرنا نیکوں کو امن دینا ہے۔ جہاد سے قومی قوت پیدا ہوتی ہے۔ جس سے قوم باعزت زندگی بسر کر سکتی ہے۔ جہاد سے عبادات کی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ تلوار کے سایہ میں مسجدیں قائم اور اسلامی احکام جاری ہو سکتے ہیں۔ تلوار قرآن کا راستہ صاف کرتی ہے اور قرآن تلوار کو بے محل چلنے سے روکتا ہے۔ جیسے تندرستی کے لئے بیماری کے اسباب دور کرنا لازم ہے۔ ایسے ہی دینی قوت کے لئے غلبہ کفر مٹانا ضروری ہے۔

س: کیا جہاد سے یہ مقصود ہے کہ کفار فنا کر دیئے جائیں؟

ج: نہیں بلکہ کفر کا غلبہ توڑ دیا جاوے۔ اگر جہاد سے کفر کا مٹانا مقصود ہوتا تو آج ہندوستان میں ایک کافر نظر نہ آتا۔ کیوں یہاں آٹھ سو سال اسلامی سلطنت رہ چکی ہے۔ اللہ کی زمین پر مسلمانوں کو بھی رہنے کا حق ہے کفار یہ گوارا نہیں کرتے جہاد کے ذریعہ مسلمانوں کو ان کا یہ جائز حق دلوایا جاتا ہے۔

س: جہاد کو جہاد کیوں کہتے ہیں؟

ج: جہاد جہد سے بنا ہے بمعنی مشقت۔ چونکہ تمام عبادات سے زیادہ مشکل ہے کہ اس میں سفر بھی ہے۔ جان کا خطرہ بھی، مصیبتوں کا جھیلنا بھی۔ لہذا اسے جہاد کہا گیا۔ یعنی مشقت والی عبادت۔ اسی لئے اس کا ثواب بھی زیادہ ہے۔ کہ مار کے آیا تو غازی، مر گیا تو شہید' لٹ گیا تو روزہ۔ لوٹ آیا تو عید۔

س: شہید کو شہید کیوں کہتے ہیں؟

ج: یا تو شہید بمعنی حاضر ہے۔ کیوں کہ دیگر لوگ قیامت کے بعد جنت میں حاضر ہوں گے اور یہ مرتے ہی سبز پرندوں کی شکل میں جنت میں پہنچ جاتا ہے اور وہاں کے رزق کھاتا ہے لہذا شہید یعنی حاضر ہے یا اس لیے کہ شہید کو بارگاہ الہی میں حاضر کر کے پوچھا جاتا ہے کہ کچھ تمنا کر۔ عرض کرتا ہے کہ مجھے پھر دنیا میں بھیجا جائے۔ تاکہ پھر شہید ہوؤں۔ جو لذت خاک و خون میں تڑپنے میں ملی وہ کبھی نہ ملی۔ حکم الہی ہوتا ہے کہ ہم ایک بار پاس کر کے دوبارہ امتحان نہیں کرتے لہذا یہ شہید ہے یا شہید بمعنی گواہ ہے۔ یوں تو سارے

مسلمان گذشتہ پیغمبروں کے گواہ ہیں۔ مگر شہید سرکاری گواہ۔

س: شہید کا اسلام میں کیا درجہ ہے؟

ج: نبوت کے بعد صدیقیت ہے اور صدیقیت کے بعد شہادت۔ رب فرماتا ہے شہید پر نبی کی خاص تجلی ہے کہ نبی کی نیند وضو نہیں توڑتی اور شہید کی موت غسل نہیں توڑتی نبی کے فضلات امت کے لئے پاک ہیں۔ شہید کا خون پاک۔ نبی وفات شریف کے بعد زندہ ہیں رزق پاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ شہید بھی بعد موت زندہ ہے رزق پاتا ہے۔

س: شہادت کا اتنا اعلیٰ درجہ کیوں ہے؟

ج: اس لئے کہ ثواب بقدر مشقت ملتا ہے۔ چونکہ دیگر عابدین راہ الہی میں اپنا پیسہ یا وقت خرچ کرتے ہیں اور یہ جان اور جان سب سے اعلیٰ لہذا اس کا اجر بھی زیادہ۔ حکومتیں فوج کی بڑی عزت کرتی ہیں۔ جو مارا جائے اس کے بچوں تک سلوک کرتی ہیں۔ کیونکہ اس نے اپنی جان سے حکومت کی خدمت کی۔ ایسے ہی شہید بھی۔

س: سید الشہداء کون ہے ابو بکر صدیق یا حضرت عمر یا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔!؟

ج: ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔

ان حضرات میں سے ہر ایک مختلف حیثیات سے سید الشہداء ہیں۔ ابو بکر فنافی الرسول کی حیثیت سے سید الشہداء ہیں کہ حضور کی وفات خیبر والے زہر سے صدیق کی وفات غار والے مار کے زہر سے حضور کی وفات دوشنبہ کے دن میں صدیق کی دوشنبہ کے بعد سہ شنبہ کی رات میں حضور کے گھر میں وفات کی شب چراغ میں تیل نہیں۔ صدیق کے گھر کفن کے لئے کپڑا نہیں۔ حضرت عمر اس لیے سید الشہداء ہیں کہ مدینہ پاک کی زمین مسجد نبوی نماز فجر کی مشغولیت حضور کی محراب اس میں شہادت پھر روضہ پاک مصطفے علیہ السلام میں دفن۔ حضرت عثمان غنی اس لئے سید الشہداء ہیں کہ مدینہ پاک کی زمین۔ قرآن پاک کی تلاوت۔ خون کا قرآن پر گرنا بغیر مقابلہ کئے شہید ہونا امام حسین اس لئے سید الشہداء ہیں۔ کہ آپ پر وقت شہادت پردیش مہاجر۔ بھی تین دن کے متواتر، روزہ

دار بھی گھر بار کو راہ الٰہی میں لٹانے والے بھی اور بے مثال نمازی بھی جن کی نماز وضو تیمم سے بے نیاز ہے۔

س: واقعہ کربلا کیوں ہوا اس میں کیا حکمتیں ہیں؟

ج: صحابہ کرام اور اہل بیت عظام قرآن کی زندہ تفسیریں ہیں۔ قرآن نے شاکرین کے اجر بھی بیان کیے۔اور صابرین کے بھی۔ خلفائے راشدین کی زندگی پاک شکر کی تفسیر ہے۔ اور حضرت امام کی زندگی مبارک صبر کی تفسیر شاکرین کو ذاکر خلفا راشدین ہیں اور صابر ہو کر امام کی زندگی مبارک صبر کی تفسیر شاکرین کو ذاکر خلفا راشدین ہیں اور صابر ہو کر امام حسین کی شہادت تفسیر قرآن کی تکمیل ہے۔

س: اس صبر کے لئے امام حُسین ہی کیوں تجویز ہوئے؟

ج: اس لئے کہ امام حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں جنتی جوانوں میں کوئی مہاجر ہو گا۔ کوئی غازی کوئی شہید۔ امام حسین کربلا سے پہلے بظاہر مہاجر نہ تھے نہ مجاہد نہ غازی۔ مرضی الٰہی تھی۔ کہ ایک واقعہ کربلا میں اس جنتی سردار کو سارے مدارج طے کرادیئے جائیں۔ گویا کربلا کی تپتی ریت ان کے لئے ٹرینگ سکول تھا۔ اس لئے آپ پر مال۔ اولاد وطن۔ احباب۔ جان غرض تمام چیزوں کی مصائب جمع کردی گئیں۔

س: اگر امام حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ تو جنت میں سب جوان ہی ہوں گے۔ تو چاہئیے کہ آپ پیغمبروں اور صدیقین کے بھی سردار ہوں کہ وہ جنت کے جوان ہیں حالانکہ آپ امتی ہیں امتی نبی کا سردار نہیں ہو سکتا اور پھر صدیق اکبر سب سے افضل نہ ہوئے۔

ج: جنتی جوانوں سے مراد وہ جنتی ہیں جو جوانی میں وفات پاجائیں۔ انہیں کے آپ سردار ہیں۔ کوئی پیغمبر دنیا سے جوانی میں نہ گئے۔ اور نہ صدیق اکبر و فاروق اعظم و مولی علی۔ لہذا یہ حضرات اس حکم سے خارج ہیں۔

س: رب نے یہ مصائب کیوں رکھے ہیں۔ وہ بندوں کو مشقت میں کیوں ڈالتا ہے؟

ج: یہ مصائب کھوٹے کھرے کی پہچان ہیں۔ اصلی نقلی سونا کسوٹی پر معلوم ہوتا ہے۔ جنگ کے میدان

ایمان کی کسوٹیاں ہیں۔ مصائب سے گناہ کی معافی ہوتی ہے۔ جیسے آگ سے لوہے کی صفائی۔

س: کسوٹی پر وہ پرکھے جو عالم الغیب نہ ہو۔ رب جب عالم الغیب ہے تو اسے امتحان کی کیا ضرورت ہے؟

ج: امتحان دیکھنے کے ہوتا ہے کبھی دکھانے کے لیے۔ رب کے امتحانات دوسرے مقصد کے لئے ہیں۔ تاکہ قیامت میں جزا دیتے وقت کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملے۔

س: تو چاہیئے کہ سارے مسلمان مجاہد اور غازی ہوا کریں بغیر جہاد جنت نہ ملا کرے ورنہ مخلوق کا اعتراض ہو گا۔ نیز بغیر مصیبت گناہوں سے صفائی نہ ہو گی۔؟

ج: امتحان قریبا سب کا ہوتا ہے۔ کسی کا آرام دے کر کسی کا مصائب بھیج کر نوعیت کا امتحان جداگانہ ہے۔ ایوب علیہ السلام امتحان صبر میں کامیاب ہیں۔اور سلیمان علیہ السلام شکر میں ۔ہم گنہ گاروں کا بھی یہی حال ہے کسی کو دیکر امتحان ہے کسی سے لے کر نیز بعض چیزیں آگ سے پاک کی جاتی ہیں بعض پانی سے بعض مومن راحت کے ذریعہ صاف ہوتے ہیں بعض تکلیف کے طریقہ سے۔

☆☆☆☆☆☆

الکرش یحل مع الکراہۃ

از- نبیرۂ مظہر اعلی حضرت محقق عصر علامہ فاران رضا خان صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین زید جو کہ اپنی تقریر میں اوجھڑی کو مکروہ تنزیہی کہنے والوں کو کہتا ہے کہ "دھکادھک اوجھڑی کھائی جارہی ہے" لہذا زید پر کیا حکم ہے؟ نیز اوجھڑی کے تعلق سے وضاحت فرمادیں کرم ہوگا۔

المستفتی:- محمد غلام جیلانی رجواپور بستی

الجواب بعون الملک الوھاب:-

اوجھڑی کے تعلق سے تفصیلِ تام انشاءاللہ الرحمان نذر قارئینِ کرام ہوگی سر دست تفصیل موجب تطویل لہذا مختصر وجوہ پر اقتصار و بااللہ التوفیق الغفار،

اولا فقیہ جب کسی مسئلہ کی حلت، تنزیہہ و تحریم، رخصت و عزیمت میں بحث کرے ضروری نہیں کہ وہ اس رخصت کا ہی فاعل ٹھہرے حضرت امامِ اعظم قدس سرہ الاکرم کے کپڑے میں نجاستِ خفیفہ لگی علی الفور تطہیر کی سعی کی ناظر نے سوال کیا مابع ثوب سے کم پر نجاست خفیفہ میں رخصت کا آپ ہی نے فتوی دیا، پھر تطہیر کا کیوں ارتکاب کیا؟ فرمایا فتوی اور ہے تقوی اور ہے رخصت قول ہے عزیمت فعل ہے جان برادر! اب اگر کوئی سفیہ اسی فتوی امام سے دلیل لائے کہ دھکادھک کیچڑ کے ساتھ عبادات کی جارہی ہیں معاذاللہ تو اس سفاہت کا کیا کیجیے، بس صرف نگاہ کر کے اپنی راہ لیجیے یونہی اوجھڑی پر مکروہ میں تنزیہہ و تحریم پر مع دلائلِ قاہرہ بحث کرنے والے فقیہ کو اگر کوئی فاعل قرار دیتے ہوئے دھکا دھک اوجھڑی کھانے کا الزام دے سو جلد کوئی عاقل اس کے منہ میں لگام دے وضاحت مسئلہ اور عامل مسئلہ دونوں الگ الگ ہیں پھر اگر تنزیہہ کے قائل کو دھکادھک اوجھڑی کھانے والا بتاؤگے، تو عباراتِ در مختار و طحاوی کہاں لے جاؤگے، کیا تمام قائلانِ تنزیہہ پر یہی الزام لگاؤگے؟ خود مقیس علیہ یعنی حدیث پاک میں جو اجزاء ذکر ہوئے اس کے متعلق درِ مختار میں ہے

"و قیل تنزیھاوالاول اوجہ" ثابت ہوا کہ مکروہ تحریمی پر مقیس علیہ میں اتفاق نہیں، تو مقیس میں کیونکر اختلاف نہیں؟ یہاں تک تو مقیس علیہ کا حال ظاہر ہوا اب مقیس کی جانب رجوع لائیں سات اجزاء تو حدیث میں ذکر ہوئے اس پر علماء نے جو پانچ قیاس کئے اس پر بھی مکروہ تحریمی و تنزیہی کا اختلاف ہوا بلکہ بعض کے متعلق صاف فرما دیا کہ مع الکراہت حلال ہے مخفی نہیں کہ جب حلت کے ساتھ کراہت کا لاحقہ ہو تو لا جرم تنزیہی ہی مراد ہو گی ذبائح الطحطاوی میں ہے "الذکر والانثیان والمثانۃ والعصبان اللذان فی العنق والمرارۃ تحل مع الکراہۃ، وکذا الدم الذی یخرج من اللحم والکبد والطحان دون الدم المسفوح، وھل الکراہۃ تحریمیۃ اوتنزیہیۃ قولان" پھر اِمام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے انھیں اجزائے مختلف فیہاپر قیاس فرمایا تو یہ کیسے بالاتفاق مکروہ تحریمی ٹھہرے؟ عجب کہ مقیس علیہ میں اختلاف ہو، اور مقیس بالاتفاق ہو باپ کے نسب میں اختلاف بیٹے کا نسب بالاتفاق "ان ھذالشی عجاب" خود امام اہلسنت اعلیٰحضرت قبلہ قدس سرہ نے انھیں بائیس اجزاء کو حرام و ممنوع و مکروہ پر منقسم فرمایا ملاحظہ ہو "(حلال جانور کے سب اجزاء حلال ہیں مگر بعض کہ حرام یا ممنوع یا مکروہ ہیں) بعدہ بائیس اجزاء کا ذکر کرتے ہوئے اوجھڑی کو سترہویں مقام پر رکھا" فتاویٰ رضویہ شریف جلد۸، صفحہ ۳۲۷۔

اب ترتیب اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ بنظر غائر ملاحظہ کریں حرام کے بعد ممنوع پھر مکروہ کو ذکر کیا اگر مکروہ سے مراد یہاں تحریمی ہوتی تو ضرور حرام کے بعد مکروہ پھر ممنوع مذکور ہوتا اور عبارت یوں ہوتی۔ " مگر بعض کہ حرام یا مکروہ یا ممنوع ہیں" بلکہ خود ہی فرماتے ہیں "ان بائیس مسائل اور باقی فروع و تفاریع سب کی تفصیل تام و تحقیق تمام فقیر کے رسالہ المنح الملیحۃ فیما نہی من اجزاء الذبیحۃ میں دیکھی جائے" (فتاویٰ رضویہ شریف)

واضح کہ ان بائیس مسائل کی تفصیل تام و تحقیق تمام کہ کون حرام و ممنوع و مکروہ ہے اسی رسالہ میں موجود اور رسالہ مبارکہ نظر علماء سے مفقود تو اوجھڑی کا کراہت تحریمی پر جزم معیوب اب ماکولات

میں تنزیہہ و تحریم کی وضاحت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ فرماتے ہیں "کراہت تنزیھی یعنی کھانا بہتر نہیں اور کھالیں تو گناہ نہیں تحریمی یعنی کھانا ناجائز و گناہ ہے" فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۸، صفحہ ۳۳۵۔

اور ابھی طحاوی کے حوالے سے مثانہ اور کچھ اجزاء کا ذکر گزرا کہ کراہت کے ساتھ حلال ہیں اور کراہت کے ساتھ حلال مکروہ تنزیہی ہی ہو سکتا ہے تحریمی جبکہ ناجائز و گناہ تو کیونکر اس کی تحلیل روا فافھم پھر اعلی حضرت قبلہ قدس سرہ اوجھڑی کو مثانہ پر قیاس فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں دو اور کرش (اوجھڑی) وامعاء مثانہ سے اگر خباثت میں زائد نہیں تو کسی طرح کم بھی نہیں (فتاویٰ رضویہ شریف، جلد ۸، صفحہ ۳۲٦) تو اب فقیر کوئی شک نہیں جانتا کہ اوجھڑی کے متعلق یہ کہے الکرش یحل مع الکراہۃ مزید تفصیل مع دلائل اگر درکار ہو فانتظروا فی معکم من المنتظرین واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم

کتبہ

فقیر سگ بارگاہ مشاہد

محمد فاران رضا خان حشمتی غفرلہ القوی آستانہ عالیہ حشمتیہ حشمت نگر پیلی بھیت شریف و نائب صدر المدرسین الجامعۃ الحشمتیہ مشاہد نگر ماہم ضلع گونڈہ۔

☆☆☆☆☆☆

وہ لحد سے اُٹھ کے آئے

از: نبیرۂ مظہر اعلیٰ حضرت شہزادۂ معصوم ملت رئیس التحریر محقق عصر علامہ مفتی محمد فاران رضا خان صاحب قبلہ حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

وہ لحد سے اُٹھ کے آئے، جلو خوب جلنے والوں وہ
کرامتیں دکھائے، جلو خوب جلنے والوں

تھی جو معترض کی سازش، جو جو کر رہے تھے نالش
وہ جواب بن کے آئے، جلو خوب جلنے والوں

ارے حاسدین حشمت، سنو منکرین رفعت
وہ ہیں اصل یہ ہیں سائے، جلو خوب جلنے والوں

ارے عقل فلسفی لو، اسے کیا کہو گے بولو
جسے ارض کھا نہ پائے، جلو خوب جلنے والوں

یہاں جسم ہے سلامت، وہاں آنکھ کی کرامت کہو
حاسدین ہائے، جلو خوب جلنے والوں

جو لیطمئن قلبی، تھی یہ سوچ ہر کسی کی اسی سوچ کو
نبھائے جلو خوب جلنے والوں

تیرا کاش دل پلٹتا، کہیں بغض بھی نکلتا
مگر آہ حسد جمائے، جلو خوب جلنے والو

گر ہوں زندگی کے ارماں، وہی راہ چل دو **فاراں** جو
مر و تو زیست آئے، جلو خوب جلنے والوں

☆☆☆☆☆☆

مرتد کا ذبیحہ

از:- حضرت علامہ مولانا غلام ناصر حشمتی ناصری دامت برکاتہم العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلاۃ والسلام علیک یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

غوث اعظم بمن بے سر وساماں مددے

قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

رضی المولیٰ عنہ

عزیز سنی مسلمانوں، تمہیں معلوم ہے کہ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت کا نام ایمان ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ و رسول کا کلمہ تو پڑھے مگر ان کے احکام سے رو گردانی کرے، ٹال مٹول، مداہنت و پالیسی بازی کرے اپنے مطلب کی بات مانے اور جس کو اپنے لئے مشکل پائے اس کا انکار کرے یا حیلے بہانے کرے۔ ذرا بتاؤ کیا ایسا شخص کما حقہ مومن ہے؟ ہر گز نہیں۔ مومن تو وہ ہے جو خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین پر صدق دل سے آمنا آمنا، لبیک لبیک کہتا جائے، احکام شریعت سن کر اپنا سر خم کردے، انہیں احکام میں سے ایک یہ ہے کہ مرتد کا ذبیحہ مردار و حرام ہے۔

یعنی یہ کہ اگر کوئی وہابی، دیوبندی، تبلیغی، غیر مقلد، رافضی، خوجا، آغاخانی، بوہرا، بابی، مرزائی، بہائی، خاکساری، صلح کلی و دیگر مرتدین خذلہم اللہم علیہم اجمعین کے ہاتھوں سے ذبح کیا گیا (کاٹا گیا) جانور اگرچہ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر کیا ہو، حرام ہے اور ایسا ہی حرام ہے جیسے سور حرام ہے۔

سنتے ہو؟؟؟ اسے حرام ہم نے نہیں، تمہارے خدا اور رسول نے کیا، جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہو! یہ حکم ان کا جو تمہیں کھلاتے پلاتے ہیں، خدا کے لئے اپنے پیٹ کو آگ سے نہ بھرو اور شریعت مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کے آگے اپنا سر جھکا دو۔

دیکھو تمہارے اعلی حضرت مجدد اعظم دین و ملت غوث الوقت امام احمد رضا خان رضی المولیٰ عنہ فرماتے ہیں،

"مرتد کے ہاتھ کا ذبیحہ نرا حرام و مردار سوئر کی مانند ہے اگرچہ اس نے لاکھ تکبیریں پڑھ کر ذبح کیا ہو"

در مختار میں ہے،

لاتحل ذبیحۃ غیر کتابی من وثنی ومجوسی و مرتد

(فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۲۰، صفحہ ۲۴۵)

نیز ایک جگہ اور فرماتے ہیں،

قادیانی صریح مرتد ہیں۔ ان کا ذبیحہ قطعی مردار ہے۔

(فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۲۰)

مزید ایک جگہ فرماتے ہیں،

دیوبندی کا ذبیحہ مردار ہے۔ اور دیوبندی کا بھیجا ہوا گوشت اگرچہ مسلمان کا لایا ہوا ہو مردار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۲۰)

آگے فرماتے ہیں،

وہابیہ اور رافضی کا ذبیحہ مردار ہے اور ان کے یہاں کا گوشت کھانا حرام ہے۔ فتاوٰی ظہیریہ وفتاوٰی عالمگیریہ وغیرہما میں ہے:

احکامہم احکام المرتدین

(فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۲۰)

ایک جگہ اور فرماتے ہیں،

بوہرے کہ اسمعیلی رافضی ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ اور ان کے یہاں کا گوشت پکا ہوا بھی حرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۲۰)

ایک جگہ اور امام اہلسنت فرماتے ہیں،

جو شخص دانستہ بوہروں کا ذبیحہ کھاتا ہے مردار کھاتا ہے اسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز منع۔

(فتاویٰ رضویہ شریف جلد ٦)

نیز ایک جگہ فرماتے ہیں،

کسی کافر کو قربانی (کا گوشت) یا اور کوئی صدقہ دینا جائز نہیں ہر گز نہ دے۔

(فتاویٰ رضویہ شریف جلد ١٤)

سرکار مظہر اعلیٰ حضرت شیر بیشۂ سنت رضی المولیٰ عنہ فرماتے ہیں،

بحکم شریعتِ مطہرہ سُنّی مسلمانوں پر ایسے لوگوں کے ساتھ میل جول کھانہ پینا بیاہ شادی رشتہ ناطہ حرام اُن کی اقتدا میں نماز حرام بلکہ اُن کے عقائدِ کفریہ پر اطّلاع کے بعد ہو تو مبطلِ اسلام وہ راستے گلی میں مل جائیں تو اُن کو سلام کرنا حرام وہ بیمار پڑیں تو ان کو دیکھنے کے لئے جانا حرام وہ مر جائیں تو ان کے جنازے پر حاضر ہونا حرام اُن کی نمازِ جنازہ پڑھنا حرام اُن کو چندہ دینا حرام ان کا ذبیحہ کھانہ حرام اُن کے جلسوں میں جانا حرام اُن کی تقریر سُننا حرام۔۔ عوام کو ان کی تحریر دیکھنا حرام اُن کی موت وزندگی میں ان پر مرتدین کے جملہ احکام۔

(فتاوی حشمتیہ شریف صفحہ ٢٣٠)

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں،

مشرک اور مرتد کا ذبیحہ حرام ومردار ہے

(بہار شریعت حصہ پانزدہم)

ساتھ ہی ساتھ بہت جگہ یوں بھی ہوتا ہے کے بڑے جانور کے سات حصوں میں کوئی وہابی یا دیگر فرقے کا شخص ایک حصہ لے لیتا ہے، لہذا یہ بھی سخت ناجائز کام ہے اس کی شرکت سے کسی ایک کی بھی قربانی صحیح نہ ہو گی فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے کہ تنویر الابصار میں ہے، ان كان شريك الستة نصرانيا او مريد اللحم لم يجز عن واحد۔

یہاں اختصار مقصود ہے ورنہ کتب کثیرہ میں یہ مسئلہ صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

مسلمانوں! ابھی سویرا ہے ہوش سنبھالو، آنکھیں مل ڈالو، راستہ سوجھنے کی راہ نکالو، چل تو دیئے، یہ بھی دیکھتے ہو کہ اس جھکی اندھیری میں کس کے پیچھے ہو، ہاں ہاں بیدار ہو جاؤ، علماء فرماتے ہیں حرام کھانے سے دل مردہ ہو جاتا ہے، آدمی حق وباطل کی تمیز بھول

جاتا ہے، ایمان سے کہو، کیا کوئی معاذاللہ اپنی ماں بہن کی عزت پر ہاتھ ڈالنے والے کے ہاتھوں کا ذبیحہ کھائے گا؟ ہر گز نہیں وہابیہ دیابنہ نے تو اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حملہ کرنے کی ناپاک و ناکام کوشش کی، تو کیا ایسے مرتدین کے ہاتھوں کا ذبیحہ کھاؤگے؟؟ نسأل الله حسن التوفيق آمين

من آنچہ شرط بلاغ ست با تو می گویم

تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

(بات کا پہنچانا ضروری ہے میں نے وہ کر دیا اب تو میری بات سے نصیحت حاصل کر لے یا غصہ کر لے۔)

سگ بارگاہ جنید زماں

فقیر غلام ناصر حشمتی ناصری غفرلہ القوی

یوکے۔

☆☆☆☆☆

ہر سُنّی مسلمان بھائی پر ٹھیک دوپہر کے آفتاب سے بھی زیادہ روشن طور پر مذہبِ اہلسُنّت کا یہ عقیدہ ضروریہ واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ستارگانِ آسمانِ ہدایت ہیں اور اہلبیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سفینۂ نجات ہیں ۔

جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دامنِ کرم چھوڑے وہ دوزخی رافضی ہے۔ اور جو شخص اہلبیتِ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی غلامی سے منھ موڑے وہ ۔ جہنمی ۔ ناصبی۔ ناری اور خارجی ہے۔

یہ دونوں فرقے اپنے اپنے عقائدِ ضلال کے سبب بحکمِ شریعتِ مطہرہ گمراہ بدمذہب بددین مستحقِ نار ہیں ۔ ہدایت و نجات حضراتِ صحابہ کرام و حضراتِ اہلبیتِ طہارت رضی اللہ تعالیٰ عنہم دونوں کے اتباع، دونوں کی غلامی پر مُنحصر ہے۔

(فتاوی حشمتیہ صفحہ ۵۸۸)

مدیر : عبید حشمت علی
تزئین کار : محمد سہیل رضا حشمتی